خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

خلیفۂ اول

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

اشفاق احمد خاں

لا تحزن ان اللہ معنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

خلیفۂ اوّل

سیّدنا ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ

اشفاق احمد خاں

ⓒ مكتبة دار السلام، ١٤٢٥ هـ
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
خان، اشفاق احمد
ابوبكر الصديق رضي الله عنه / اشفاق احمد خان - الرياض، ١٤٢٥ هـ
ص: ٤٨ مقاس: ١٧×٢٤ سم
ردمك: ٦-٩-٩٥٦٢-٩٩٦٠
(النص باللغة الاردية)
١- ابوبكر الصديق، عبدالله بن أبي قحافة، ت ١٣
أ- العنوان
ديوي ٢٣٩.٩ ١٤٢٥/٥٦٣٤
رقم الإيداع: ١٤٢٥/٥٦٣٤
ردمك: ٦-٩-٩٥٦٢-٩٩٦٠

نام کتاب: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین (۱)
مصنف: اشفاق احمد خاں
منتظم اعلیٰ: عبدالمالک مجاہد
مجلس نظامیہ: حافظ عبدالعظیم اسد (منیجر دارالسلام لاہور) محمد طارق شاہد (انچارج شعبہ ادب الاطفال والشباب)
مجلس مشاورت: حافظ صلاح الدین یوسف ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر اشتیاق احمد اشفاق احمد خاں
عرفان جمیل محمد امین ثاقب قاری طارق جاوید
ڈرائنگ اینڈ السٹریشن: زاہد سلیم چودھری (آرٹ ڈائریکٹر)
معاونین: میاں خالد محمود عمر فاروق احسن محمود حافظ عمران خان خطاطی: اکرام الحق

سعودی عرب (ہیڈ آفس)
پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب
فون: 00966 1 4043432-4033962 فیکس: 4021659
Website: http://www.dar-us-salam.com E-mail: riyadh@dar-us-salam.com
❶ طریق مکہ۔ العلیا۔ الریاض فون: 00966 1 4614483 فیکس: 4644945 ❸ جدہ فون: 00966 2 6879254 فیکس: 6336270
❷ شارع الابعین۔ الملز۔ الریاض فون: 4735220 فیکس: 4735221 ❹ الخبر فون: 00966 3 8692900 فیکس: 8691551
شارجہ فون: 00971 6 5632623 فیکس: 5632624 لندن فون: 0044 208 5202666 فیکس: 208 5217645
امریکہ ❶ ہوسٹن فون: 001 713 7220419 فیکس: 7220431 ❷ نیویارک فون: 001 718 6255925 فیکس: 6251511
پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شوروم)
❶ 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور فون: 0092 42 7240024-7232400-7111023-7110081 فیکس: 7354072
website: www.darussalampk.com e-mail: info@darussalampk.com
❷ غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703 ❸ مؤن مارکیٹ اقبال ٹاؤن، لاہور فون: 7846714
❹ Z-110,111 (D.C.H.S) بین طارق روڈ، بالمقابل ڈری پورٹ شاپنگ مال، کراچی فون: 0092-21-4393936 فیکس: 4393937

پیش لفظ

انبیاء کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اپنے اپنے دور میں، دعوت کا فریضہ انجام دیتے ہوئے، جہاں اُنھیں مشکلات اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا وہاں راہِ حق کے سفر میں اُنھیں ایسے ساتھی اور ہم سفر بھی ملے، جنہوں نے دل و جان سے ان کا ساتھ دیا۔ ان کی خاطر نہ صرف اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے بلکہ اپنے تمام وسائل بھی ان پر لٹا دیے۔

یہ کتاب جس شخصیت کے متعلق ہے، وہ بھی اپنے آقا کے بہترین ساتھی تھے۔ معاشرے کے خوش حال تاجر، ممتاز مقام کے حامل فرد۔ ان کی پوری زندگی پاکیزگی اور نیکی کی علامت تھی۔ وہ دل کے نرم تھے۔ لوگوں سے ہمدردی اور محبت ان کا شعار تھا۔ زندگی بھر جھوٹ سے دور رہے۔

جب جہالت سے بھرا ہوا معاشرہ ہدایت کی روشنی سے منور ہونے لگا تو مردوں میں سب سے پہلے انھوں نے سچائی کے راستے پر لبیک کہا۔ اس کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ بحیثیت تاجر وہ ''ہدایت کی روشنی'' بانٹنے والے ''ہادی'' کو بہت اچھی طرح سے جانتے تھے۔ کئی تجارتی سفر اکٹھے کیے تھے۔ ان کی بے انتہا خوبیوں اور اعلیٰ اخلاق نے ان کے دل میں گھر کرلیا تھا اسی بنا پر ان کا تجارتی تعلق رفتہ رفتہ گہری دوستی میں تبدیل ہو گیا تھا۔ اتنی گہری دوستی کہ صبح و شام ملاقات لازم ٹھہر گئی تھی۔ اسی لیے جب ان کے دوست، ان کے رفیق نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور کبریائی کا نعرہ بلند کیا تو انھوں نے بغیر کسی جھجک کے اس پر یقین کرلیا اور اوّلین ایمان لانے والوں میں شامل ہو گئے۔

ہر آدمی کا ایک اپنا دائرۂ اثر ہوتا ہے۔ پھر جو شخص معاشرے میں بلند مقام رکھتا ہو اپنی الگ پہچان اور شناخت کا حامل ہو۔ اس کے اثر کا دائرہ زیادہ وسعت رکھتا ہے اس لیے ان کے ایمان لاتے ہی روشنی کا دائرہ تیزی کے ساتھ پھیلنے لگا، اور کئی اہم اور بلند مرتبہ

لوگ اس سفر میں ان کے ساتھ مل گئے۔

لیکن سچائی کے اس راستے پر چلنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ حق کا راستہ روکنے والے دشمنی کے نت نئے حربے آزماتے رہے، ان کی ذات بھی اس دشمنی کی زد میں آئی۔ انھوں نے بہت حوصلے کے ساتھ ان مصائب کو برداشت کیا۔ ہجرت کے موقع پر وہ ہر ہر قدم پر اپنے آقا کے ساتھ رہے۔ جنگ کے میدان میں، سفر و حضر میں، ہر جگہ اُنھوں نے رفاقت کا حق ادا کیا۔

جب ان کے آقا دنیا سے رُخصت ہوئے تو وہی تھے جنھوں نے انتشار میں گھِرے ہوئے لوگوں کو یکجا کیا، انھیں حوصلہ دلایا، ان کے اندر جینے کی نئی اُمنگ پیدا کی۔ اس بُردباری، تحمل مزاجی نے اور آقا کے بہترین دوست ہونے کے ناتے لوگوں نے اُنھیں اپنا خلیفہ چن لیا۔

آقا کی رحلت کے بعد موقع پرستوں نے کئی فتنے برپا کیے، لیکن انھوں نے انتہائی جرأت اور مستقل مزاجی کے ساتھ ان فتنوں کا مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ ان کی بصیرت کمالِ عقل اور دانائی کی بنا پر سلطنت مضبوطی اور استحکام اختیار کرتی گئی۔

وہ عبادت کا بہت شوق رکھتے تھے، پرہیزگاری ان کا وصف تھا۔ انھیں ان کی زندگی ہی میں جنت کی خوش خبری سنا دی گئی تھی۔ یہ کتاب ان کی شخصیت کی ایک جھلک پیش کرتی ہے۔

والسلام

عبدالمالک مجاہد
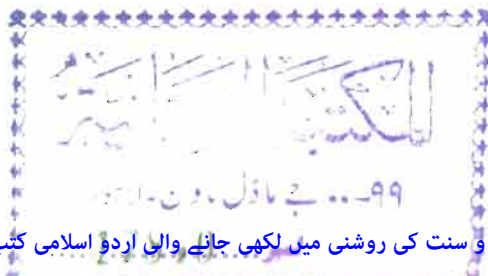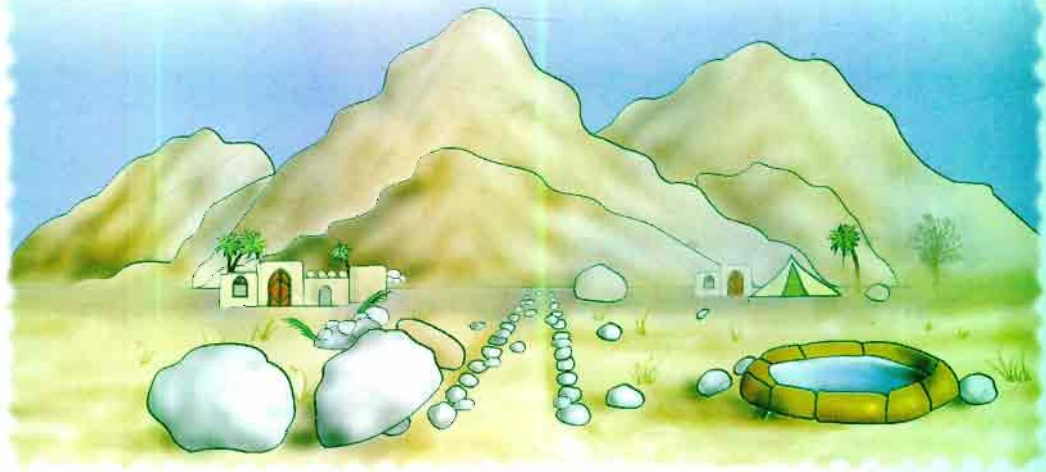
رات کا گھٹا ٹوپ اندھیرا اپنے اختتام کو پہنچ چکا تھا۔ سورج کی کرنیں آہستہ آہستہ مشرق سے اُبھر رہی تھیں۔ ہر طرف پھیلا سکون اور خاموشی دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ شاید اس سے زیادہ پر امن علاقہ اور کوئی نہیں۔ صحرا اور بے آب و گیاہ زمین پر پھیلے پہاڑ عجیب منظر پیش کر رہے تھے۔

لیکن یہ سکون بس چند لمحوں ہی کا مہمان تھا۔ کچھ لوگ ایک جگہ جمع تھے۔ اُن کے چہروں پر استہزا یعنی کسی کی ہنسی اُڑانے کی کیفیت مچل رہی تھی۔ اُن کی آنکھوں میں اَن گنت سوال، شک کے وجود میں لپٹے لہرا رہے تھے۔ اُن کی پیشانیوں کی تمتماہٹ بتا رہی تھی کہ بہت جلد اُنھیں کوئی بڑی کامیابی حاصل ہونے والی ہے۔ ایسی کامیابی، جس کا اُنھیں عرصے سے انتظار تھا۔ اُن کی آپس کی چہ میگوئیاں بلند ہونے لگیں:

''کچھ سنا تم نے؟''

''نہیں تو............ کیا کوئی خاص بات ہے؟''

''خاص ہی تو ہے .... بڑا دعویٰ تھا اُنھیں حق کا پیغام پھیلانے کا۔''

''ہاں .... وہ یہی تو کر رہے ہیں۔''

''اس کا مطلب ہے تم نے اُن کا جھوٹ کا پیغام ابھی تک نہیں سنا؟''

''جھوٹ کا پیغام .... جھوٹ .... اور اُن کے منہ سے؟'' حیرت کی شکنیں سب کے چہروں پر پھیل گئیں۔

''ہاں ہاں .... جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے .... بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟''

''آخر ہوا کیا ہے؟''

''انھوں نے آج ایک اتنا بڑا دعویٰ کیا ہے کہ جسے ماننا سورج کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔''

''اچھا! .... کیا واقعی؟''

''ہاں! .... وہ کہتے ہیں کہ وہ رات کے کسی حصے میں مسجد اقصیٰ گئے تھے اور اب صبح ہمیں وہ اس سیر کا ماجرا بیان کر رہے ہیں۔''

''یہ تو واقعی سمجھ میں نہ آنے والی چیز ہے۔ پھر کیا ہوا؟''

''کچھ نہیں، بھلا یہ بھی کوئی ماننے والی بات ہے، کسی کا دل و دماغ بھی اس بات کی سچائی کو تسلیم نہیں کر رہا۔''

''تو چلو ..... آج پھر ایک اور تماشا دیکھیں۔'' اُن کے ایک سردار نے کہا۔

''تماشا ....؟ کہاں؟'' لوگوں نے سوال کیا۔

''ارے! اُسی ابنِ ابی قُحافہ (رضی اللہ عنہما) کے پاس .... جو اُن کی ہر بات کو سچ

مان کر اُن کا ساتھ دیے جا رہا ہے۔''

''آہا! تو پھر اُنھیں جھٹلانے کا اس سے بہتر موقع اور کوئی نہیں ہوگا۔'' ان میں سے ایک نے خوشی سے چلاّ کر کہا۔

وہ لوگ اکٹھے ہو کر اِبن ابی قحافہ رضی اللہ عنہما کے پاس پہنچے۔ اُن کے چہروں پر ناچتی کمینگی کو ابنِ ابی قحافہ رضی اللہ عنہما نے بھی بھانپ لیا، وہ ہوشیار ہو گئے، ویسے انھیں ابھی تک اس بات کی کچھ خبر نہیں تھی کہ ان کے بہترین رفیق اور دوست اپنی رات کی سیر کا کیا حال کہہ چکے ہیں۔

''اِبنِ ابی قحافہ (رضی اللہ عنہما)!'' ایک بڑا سردار بولا ''تم نے کچھ سنا اپنے صاحب کے بارے میں!''

''کیوں کیا ہوا؟''

''آپ کے صاحب کہتے ہیں کہ وہ راتوں رات بیت المقدس گئے، وہاں سے ساتوں آسمانوں پر گئے اور واپس بھی آئے ہیں۔'' اُس سردار نے مذاق اُڑانے کے

انداز میں کہا۔

''کیا واقعی انھوں نے یہ فرمایا ہے؟'' ابنِ ابی قحافہ رضی اللہ عنہما اشتیاق بھری آواز میں بولے۔

''ہاں ...... بالکل ...... یہ سب انھوں نے کہا ہے۔''

''اگر انھوں نے یہ باتیں کہی ہیں تو ان کے سچ ہونے میں مجھے ذرہ برابر بھی شک نہیں، کیونکہ سچ کے سوا اُن کی زبانِ مبارک پر کوئی بات نہیں آتی۔''

لوگوں نے کہا ''کیا آپ اُن کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ رات کے وقت بیت المقدس گئے، وہاں سے ساتوں آسمانوں پر گئے اور صبح ہونے سے پہلے واپس بھی آ گئے۔''

اُنھوں نے کہا ''ہاں، میں تو اس سے دور کی خبروں کی بھی تصدیق کرتا ہوں۔''

یہ تصدیق کرنے والے کون تھے؟ یہ تو آپ جان ہی گئے ہوں گے۔ یہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، جنھوں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعۂ معراج کی بلا شک و شبہ تصدیق کر دی تھی۔

ابوجہل اور اُس کے ساتھیوں سے سوال و جواب کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا:

''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! کیا واقعی آپ نے ایسا فرمایا ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں!''

یہ سنتے ہی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا! ''جو کچھ آپ نے فرمایا، میں اُس پر

ایمان لاتا ہوں اور اس کی تصدیق
کرتا ہوں، کیونکہ آپ بالکل سچے ہیں۔''
سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ''صدیق''
کا لقب اِسی لیے ملا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی ہر بات کی فوراً تصدیق کی، اس موقع پر بھی اور
دوسرے مواقع پر بھی۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اللہ کے پیارے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھ پر جس کسی کا بھی احسان تھا، میں نے اُس کا بدلہ چکا دیا سوائے
ابوبکر کے، مجھ پر ابوبکر کا احسان باقی ہے، اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ ہی قیامت کے
دن عطا کرے گا، اور مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابوبکر کے مال نے
دیا۔ اگر میں کسی کو اپنا جانی دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ خبردار! تمھارا ساتھی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم)
اللہ کا دوست ہے۔ یعنی چونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دوست بنایا ہے، اس لیے اللہ کے سوا
میں کسی کو دوست نہیں بنا سکتا۔''

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ 573ء میں پیدا ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے تقریباً
اڑھائی سال قبل دنیا میں تشریف لا چکے تھے۔ اس لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل کے
پہلے سال اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عام الفیل کے تیسرے سال پیدا ہوئے۔ ''عام الفیل''
ہاتھیوں والے سال کو کہتے ہیں۔ یعنی وہ سال جس میں عیسائی حکمران ابرہہ نے

ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ کعبے کو ڈھانے کے لیے چڑھائی کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ننھے منے پرندوں کے ذریعے اُسے اور اُس کے لشکر کو کھائے ہوئے بھوسے کی مانند بنا دیا تھا۔

نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب کے لوگ جاہلیت کا شکار تھے۔ اُن میں بے شمار اخلاقی برائیاں پائی جاتی تھیں۔ لوگ پتھر اور لکڑی کے بنے بتوں کو معبود مان کر اُن کی پوجا کرتے تھے۔ شراب نوشی اور جوا اُن کی گُھٹی میں پڑے تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

اسی معاشرے میں جنم لیا، لیکن وہ ان سب خرابیوں سے پاک تھے۔ وہ بچپن ہی سے نیک فطرت تھے۔ اسی لیے ان برائیوں سے بچے رہے۔

والد نے آپ کا نام عبد الکعبہ رکھا تھا، جس کا مطلب ہے کعبے کا بندہ۔ بعد میں اس نام کو نبی کریم ﷺ نے عبداللہ سے بدل دیا، لیکن آپ ابوبکر کے نام سے مشہور ہوئے۔ ابوبکر دراصل آپ کی کنیت تھی۔ عربوں میں باپ، بیٹے، بیٹی یا ماں کی

نسبت سے ایک اور نام رکھ دیا جاتا ہے جسے کنیت کہتے ہیں، بسا اوقات یہ نام کسی خوبی کی بنا پر بھی رکھا جاتا تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کنیت کا تعلق بھی اسی قسم سے ہے۔ اصل میں بکر کا مطلب ہے کسی کام میں پہل کرنا۔ آپ نیکی کے کاموں میں ہمیشہ پہل کرتے تھے، آپ کی اچھی عادات اور نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی وجہ سے لوگوں نے آپ کی کنیت ابوبکر رکھ دی تھی۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لقبِ صدیق کس بنا پر ملا، یہ تو آپ پڑھ ہی چکے ہیں۔ اس کے علاوہ انھیں دو اور لقب بھی ملے: عتیق اور یارِ غار۔ عتیق کا مطلب ہے آزاد، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک موقع پر فرمایا تھا:

''تم اللہ کی طرف سے دوزخ سے آزاد ہو۔''

''یارِ غار'' کا لقب اس لیے ملا کہ ہجرت کے دوران غارِ ثور میں وہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تعلق بنو تیم سے تھا۔ ساتویں پشت میں آپ کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ آپ کے والد کا نام عثمان بن عامر اور کنیت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ تھی اور وہ اسی نام سے مشہور تھے۔ تجارت ان کا پیشہ تھا اور اُن کا شمار مکے کے کامیاب اور خوش حال تاجروں میں ہوتا تھا۔ فتح مکہ کے روز انھوں نے اسلام قبول کیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خود اُنھیں لے کر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ وہ بیعت کر سکیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی والدہ سلمٰی بنت صخر رضی اللہ عنہا نے ان کے اسلام لانے کے چند ہی سال بعد اسلام قبول کر لیا تھا۔ اُن کی کنیت اُم الخیر تھی۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بچپن بہت پاکیزہ اور اچھے انداز میں گزرا۔ وہ دل کے بہت نرم تھے۔ لوگوں سے ہمدردی اور محبت اُن کا شعار تھا۔ جہاں کسی کو تکلیف میں دیکھتے، اُس کی تکلیف دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ آپ کو علم حاصل کرنے کی بہت لگن تھی۔ اسی بنا پر آپ نے عربی زبان و ادب کو خاص طور سے پڑھا۔ لوگ آپ کے علم کی وجہ سے آپ کو عربی زبان کا عالم سمجھتے تھے۔

آپ نے اَٹھارہ برس کی عمر میں تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔ تجارت کرتے ہوئے آپ نے ہمیشہ سچائی اور دیانت داری سے کام لیا۔ جاہلیت کے اُس دور میں یہ بڑی نایاب خوبیاں تھیں۔ اسی لیے آپ کی تجارت چمک اُٹھی اور آپ کا شمار مکے کے مالدار اور معزز تاجروں میں ہونے لگا۔ تجارت کے سلسلے میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اکثر یمن، عراق اور شام جاتے تھے، وہاں سے کپڑا خرید کر لاتے اور فروخت کرتے تھے۔ تجارت اور ذاتی خوبیوں کے حوالے سے اُن کا خاندان پہلے ہی نیک نام تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نیکی، دیانت داری ملنساری اور پرہیزگاری نے اُن کی شہرت اور عزت کو چار چاند لگا دیے تھے۔ لوگ

اپنے مسائل کے حل اور مشکلات سے نپٹنے کے لیے اکثر آپ کے پاس آتے تھے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمیشہ اُن کے کام آتے تھے۔

یہ شہرت اور عزت اُنھیں محض مکہ اور قرب و جوار کے قبیلوں ہی میں حاصل نہیں تھی، بلکہ ہمسایہ علاقوں کے دوسرے عرب قبیلے بھی اُن کا بہت احترام کرتے تھے۔ یہ نیک نامی اور شہرت اُنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب لے آئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تجارت کے سلسلے میں سفر کرتے رہتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کئی تجارتی سفر اکٹھے کیے۔ دونوں ہستیوں کا یہ تجارتی تعلق رفتہ رفتہ گہری دوستی میں بدلتا گیا۔ اس طرح ان کے درمیان محبت کا رشتہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا گیا اور تجارت کے علاوہ بھی اُن کا وقت اکٹھے گزرنے لگا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح و شام اُن کے گھر تشریف لے جانے لگے۔

ویسے تو سفر میں بھی آدمی ایک دوسرے کی خوبیاں پہچان جاتا ہے، لیکن جب یہ ساتھ صبح سے لے کر شام تک پھیل جائے، پھر تو کسی بات کے ڈھکے چھپے رہنے کا امکان باقی ہی نہیں رہتا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رفتہ رفتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے انتہا خوبیوں اور اعلیٰ اخلاق کو جان گئے۔ پورے مکے میں اُن سے بڑھ کر اور کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور اُن کے شب و روز سے واقف نہیں تھا۔

پھر وہ وقت بھی آ گیا جب چالیس سال کی عمر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اُس وقت اڑتیس سال کے تھے۔ چونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ سے بہت اچھی طرح واقف

تھے، انھیں علم تھا کہ آپ ﷺ کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے ، اس لیے انھوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ ان سے پہلے تین افراد اسلام قبول کر چکے تھے، یعنی سیدہ خدیجہ، سیدنا علی اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم ۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ، آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے، قبولِ اسلام کے وقت اُن کی عمر محض دس برس تھی۔ گویا بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف علی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا، جب کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ، آپ ﷺ کے خادم اور منہ بولے بیٹے تھے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے آزاد مرد تھے جنہیں اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ انھیں چونکہ قریش میں ایک ممتاز حیثیت اور مقام حاصل تھا اس لیے اُن کے قبولِ اسلام کا معاملہ صرف اُنھی کی ذات تک محدود نہ رہا، بلکہ ایمان کی روشنی کا دائرہ بڑی تیزی کے ساتھ پھیلنے لگا۔ لوگ تیزی سے اسلام قبول کرنے لگے۔

نبوت کے اعلان کو تقریباً تین سال ہو چکے تھے۔ نبیٔ کریم ﷺ نے اس عرصے میں دعوت و تبلیغ کا کام انتہائی رازداری سے سرانجام دیا۔ آپ ﷺ کی توجہ زیادہ تر ان لوگوں کی طرف تھی جو باشعور اور سمجھدار تھے، کیونکہ ایسے ہی لوگوں سے اُمید کی جا سکتی تھی کہ جب ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی جائے تو وہ جھگڑا نہیں کریں گے۔ ایمان کی سچائی کو دل و جان سے تسلیم کر لیں گے اور اس کام میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا پورا پورا ساتھ دیا۔ عام لوگوں میں اسلام کی دعوت پہنچانے کے ساتھ ساتھ انھوں نے قریش کے بڑے بڑے لوگوں کو بھی حق کا پیغام سنایا جس کے نتیجے میں سیدنا عثمان، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم جیسے بلند مرتبت

لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔

ان تین سالوں کی تبلیغ کے نتیجے میں تقریباً ڈیڑھ سو افراد نے اسلام قبول کیا۔ اسلام قبول کرنے والے، اپنے اسلام کو کافروں سے چھپا کر رکھتے تھے۔ نمازیں چھپ کر پڑھی جاتی تھیں تا کہ کافروں کو اس کا علم نہ ہو، اور اُن کے خلاف کوئی طوفان نہ اُٹھ کھڑا ہو۔ لیکن راز تو ہوتے ہی کھلنے کے لیے ہیں' بھید کتنا بھی چھپایا جائے، وقت کے ہاتھوں اُس پر سے پردہ اُٹھ کر رہتا ہے۔ ایک دن کچھ کافروں نے مسلمانوں کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھ لیا۔ بس پھر کیا تھا اُنھوں نے اُنھیں خوب برا بھلا کہا۔ باپ دادا کا

مذہب چھوڑنے پر ملامت کی۔ اس بات کی اطلاع اللہ کے رسول ﷺ کو ہوئی تو مسلمانوں کو اپنے ایک پیارے صحابی ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان میں نماز کے لیے جمع ہونے کی ہدایت کر دی۔ یہ مکان اپنے محلِ وقوع کے اعتبار سے بہت محفوظ تھا۔ صفا پہاڑی قریب ہونے کی بنا پر کافروں کے لیے حملہ کرنا آسان نہیں تھا۔ چنانچہ مسلمانوں نے قدرے اطمینان اور سکون سے اُس مکان میں نماز پڑھنا شروع کر دی، لیکن یہ سکون عارضی تھا۔

نبوت کا چوتھا سال تھا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبیِ کریم ﷺ نے اسلام کی کھلم کھلا تبلیغ شروع فرمائی تو مصائب کے نئے دور کا آغاز ہو گیا۔ کافر سیخ پا ہو گئے، اُن کا غصہ آخری حدوں کو چھونے لگا، وہ مسلمانوں کو ستانے لگے۔ دشمنی کے رنگ روپ بدل بدل کر سامنے آنے لگے۔ تقریباً نو سال مسلمانوں نے یہ ظلم وستم برداشت کیے۔ لیکن کفار کی اذیتیں اور تکالیف دینِ حق کا راستہ نہ روک سکیں، اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد
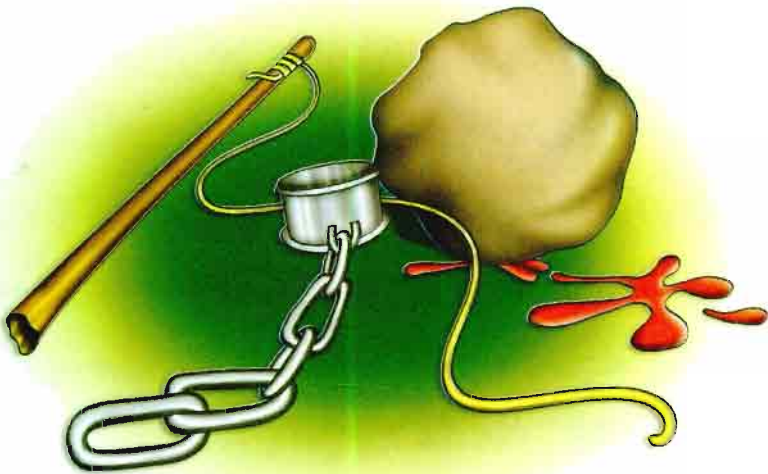
دن بدن بڑھتی گئی۔

مصائب برداشت کرنے والوں میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ انھوں نے اپنا تمام تر مال اسلام کی خاطر وقف کر دیا تھا۔ اُن کے پاس تقریباً چالیس ہزار درہم تھے، اُس میں سے زیادہ تر رقم انھوں نے غریب مسلمانوں کو کافروں کے پنجے سے آزاد کروانے کے لیے، اور اسلام کی ترقی کے لیے استعمال کر ڈالی۔ اُنھوں نے اپنے مال سے جن غلاموں کو آزاد کروایا اُن کے نام یہ ہیں: **بلال بن رِباح** **عامر بن فُھَیْرَہ** ، **اُم عُبَیْس**، **ابوفُکَیْھَہ** ، **نَھْدِیَّہ** اور ان کی بیٹی اور بنومؤمل کی لونڈی **زِنِّیرَہ** رضی اللہ عنہم، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سب کو خرید کر آزاد کیا۔ آپ کے والد ابوقحافہ جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے، بیٹے کو اس طرح دولت لٹاتے دیکھ کر بولے:

''بیٹا، میں دیکھ رہا ہوں کہ تم جن لوگوں کو آزاد کروانے پر پیسے خرچ کر رہے ہو، وہ بہت کمزور ہیں۔تم مضبوط لوگوں کو آزاد کراتے تو وہ تمہارے کام آتے۔''

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''ان غریبوں کو میں نے اپنے فائدے کے لیے نہیں، اللہ کو راضی کرنے کے لیے آزاد کرایا ہے، وہی اس کا بدلہ دے گا۔''

یہ جواب سن کر اُن کے والد خاموش ہو گئے۔ نتیجے میں جن لوگوں نے اسلام قبول کیا اُن میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی طلحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ان کے اسلام قبول کرنے کا حال قریش کے ایک سردار کو معلوم ہوا تو اُس نے اپنی اسلام دشمنی

کا ثبوت دیتے ہوئے سیدنا طلحہ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کو رسی سے باندھ کر خوب مارا پیٹا، لیکن اُس کا ہر ظلم وستم اُن کے ارادوں کو پختہ کرتا رہا اور وہ اسلام پر قائم رہے۔

ایک روز نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے۔ کافروں نے دیکھا تو موقع غنیمت جان کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے پر تل گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیرے میں لے لیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کافروں کی اس حرکت کی خبر ہوئی تو فوراً کعبے کا رُخ کیا اور کفارِ مکہ سے کہا:

''تم پر افسوس ہے، تم ایک ایسے شخص کو مارے ڈالتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے، حالانکہ وہ اللہ کی صاف، نظر آنے والی نشانیاں لے کر تمھارے پاس آیا ہے۔''

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اتنا کہنا تھا کہ کافر اور بھی طیش میں آ گئے۔ اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو چھوڑ دیا لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر پل پڑے۔ مار مار کر ان کو لہولہان کر دیا، لیکن وہ مار کھا کر بس اتنا کہتے تھے:

''اے عزت اور شان والے اللہ! تیری ذات بہت برکت والی ہے۔''

مار کھاتے کھاتے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ ان کے قبیلے والوں کو جب اُن کا حال معلوم ہوا تو دوڑے آئے اور اُٹھا کر گھر لے گئے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابا جان کو زخمی حالت میں گھر لایا گیا تو اُن کی حالت یہ تھی کہ سر پر جس جگہ ہاتھ لگتا وہاں سے بال جھڑ جاتے، بہت دیر کے بعد اُنھیں ہوش آیا تو سب سے پہلے ان کے منہ سے یہ الفاظ نکلے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟''

اس موقع پر اُن کے قبیلے کے کچھ ایسے لوگ بھی وہاں موجود تھے جو اسلام نہیں لائے تھے، اُنھوں نے جب اُن کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو بہت غصے میں آئے، یہ بات اُن کی عقل وفہم سے بالاتر تھی کہ جس کی وجہ سے اُن کا اتنا برا حال ہوا ہے، اس حالت میں خیال آیا بھی تو صرف اُسی کا، کہنے لگے:

''تم پر افسوس ہے، اس حالت میں بھی محمد (ﷺ) کا خیال نہیں چھوڑتے۔''

اُن لوگوں کے جانے کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ سے پھر وہی سوال پوچھا، گو کہ اُن کی والدہ ابھی تک اسلام کی روشنی سے محروم تھیں لیکن پھر بھی بیٹے کی محبت نے اُن کے رشتے کو کمزور نہیں پڑنے دیا تھا۔ اُن کی ماں نے کہا:

''مجھے اُن کا کچھ حال معلوم نہیں۔''

وہ بولے: ''جا کر خطاب کی بیٹی اُم جمیل رضی اللہ عنہا سے پوچھیں۔''

اُم جمیل رضی اللہ عنہا، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ اُن کا اصلی نام فاطمہ تھا، وہ مسلمان ہو چکی تھیں لیکن اب تک وہ بڑی کامیابی سے اپنے قبولِ اسلام کو کافروں سے چھپائے ہوئے تھیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی والدہ نے جب اُن کے ہاں جا کر اُن سے کہا کہ میرا بیٹا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حال پوچھ رہا ہے تو اُم جمیل رضی اللہ عنہا اُن کے ساتھ اُن کے گھر گئیں، جب اُنھوں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھی تو بے اختیار چیخ پڑیں اور بولیں:

''اللہ کی قسم! جن لوگوں نے آپ کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے، وہ سخت کافر ہیں برے لوگ ہیں، مجھے اُمید ہے اللہ اُن سے بدلہ ضرور لے گا۔''

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟''

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ام جمیل رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کرتے ہوئے پوچھا۔

اُم جمیل رضی اللہ عنہا نے حیرانی سے اُن کی طرف دیکھا، کیونکہ اُس وقت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی والدہ بھی قریب تھیں۔ ابھی تک وہ مسلمان نہیں ہوئی تھیں۔ ام جمیل رضی اللہ عنہا نے آہستہ سے کہا:

''آپ کی والدہ سن رہی ہیں۔''

اس پر وہ بولے: ''تم اُن کی فکر نہ کرو، اُن سے کوئی خطرہ نہیں۔''

تب اُنھوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل خیریت سے ہیں اور دارِ ارقم میں ہیں۔ یہ سن کر وہ بولے:

''اللہ کی قسم! میں اُس وقت تک کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ لوں گا۔''

چنانچہ رات کی تاریکی میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھی تو آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ جھک کر اُن کی پیشانی چومی۔ اس موقع پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کے مسلمان ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور اُن کی والدہ نے اُسی وقت اسلام قبول کر لیا۔

کافروں کا ظلم جب اپنی انتہا کو چھونے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا مشورہ دیا۔ کافی مسلمان ہجرت کر گئے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کی غرض سے مکے کو چھوڑا۔ راستے میں انھیں قبیلہ قارہ کے سردار ربیعہ بن رفیع ملے۔ اس کی کنیت ابنُ الدَغِنَّہ تھی۔ اُس نے پوچھا:

''ابوبکر، کہاں کا ارادہ ہے؟''

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میری قوم نے مجھے نکال دیا، مجھے اذیت پہنچائی اور مجھ پر حالات تنگ کر دیے۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ عبادت کے لیے کسی اور جگہ چلا جاؤں۔''

ابن الدَغِنَّہ نے کہا: ''ابوبکر، آپ جیسے شخص کو نکلنا چاہیے، نہ نکالنا چاہیے۔ آپ تو خاندان و قبیلے کو عزت و زینت بخشتے ہیں، حق کے سلسلے میں پیش آنے والے مصائب میں مدد کرتے ہیں، بھلائی کے کام کرتے ہیں۔ میں آپ کو پناہ دیتا ہوں۔

واپس چلیں، آپ میری پناہ میں ہیں، اپنے شہر میں اپنے رب کی عبادت کریں۔''

چنانچہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اُس کے ساتھ واپس لوٹ آئے۔ مکے میں داخل ہو کر ابن الدَغِنَّہ نے کہا:

''اے قریشیو! میں نے ابو قُحافَہ کے بیٹے کو پناہ دی ہے، لہٰذا اس کے ساتھ خیر و بھلائی کے ساتھ پیش آنا۔''

قریش نے اس شرط پر اُن کی پناہ منظور کر لی کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے اندر جس طرح چاہیں عبادت کریں، گھر سے باہر عبادت نہ کریں، نہ اونچی آواز میں قرآن پڑھیں۔ انھوں نے یہ بات مان لی۔ لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دل بہت نرم تھا۔ جب وہ گھر میں قرآن کی تلاوت کرتے تو بے اختیار رونے لگتے۔ اُن کے رونے کی آواز سن کر لوگ گھروں سے نکل آتے۔ راہ چلتے رُک جاتے اور قرآن سننے لگتے۔ مکے کے کافروں نے جب یہ ماجرا دیکھا تو ابن الدَغِنَّہ کے پاس گئے اور جا کر شکایت کی۔ ابنُ الدَغِنَّہ نے جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے قریش کی شکایت بیان کی تو آپ نے اس کی پناہ واپس کر دی اور فرمایا:

''میں اپنے لیے اللہ کی پناہ پر راضی ہوں۔''

اس کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بے فکر ہو کر پہلے کی طرح اسلام کی دعوت پھیلانے کا کام کرنے لگے، کافروں نے اُنھیں کئی بار شدید تکالیف پہنچائیں، لیکن وہ ثابت قدمی سے اسلام اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں ڈٹے رہے، ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میں نے اپنے ہوش میں اپنے والدین کو دینِ حق کی پیروی کرتے ہوئے دیکھا ہے اور ہم پر کوئی دن بھی ایسا نہیں گزرتا تھا کہ صبح و شام دونوں وقت رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس نہ آتے ہوں۔''

ایک دن نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا:

''مجھے تمھاری ہجرت کی جگہ دکھائی گئی ہے وہاں کھجوروں کے درخت ہیں اور اس کے دونوں طرف پتھریلے میدان ہیں۔''

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب مدینے ہجرت کی تیاری کی تو رسول اللہ ﷺ نے اُنھیں فرمایا:

''ٹھہر جاؤ، کیونکہ اُمید ہے کہ مجھے بھی اجازت مل جائے گی۔''

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

''میرے والدین آپ پر قربان ہوں، کیا آپ کو اس کی اُمید ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں'' یوں آپ ﷺ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ سفر کے لیے روک لیا۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رفاقتِ سفر کے خیال سے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا اور چار مہینے تک دو اونٹنیوں کو کیکر کے پتے کھلا کر تیار کرتے رہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن ہم دوپہر کے وقت بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں کسی نے کہا: وہ دیکھو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر اور منہ پر چادر اوڑھے تشریف لا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے کبھی اس وقت تشریف نہیں لائے تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ کی قسم آپ اس وقت کسی خاص ضرورت ہی سے آئے ہیں۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا:

''مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔''

یہ سن کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے والدین آپ پر قربان ہوں! مجھے بھی آپ کے ساتھ چلنے کی اجازت ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں!''

یہ سن کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اتنا خوش ہوئے کہ رونے لگے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''اللہ کی قسم! مجھے اس روز پتا چلا کہ خوشی کے آنسو بھی ہوتے ہیں۔''

اس موقع پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی دو اونٹنیوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کرتے ہوئے کہا: ''میری ان دو اونٹنیوں میں سے ایک آپ لے لیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں قیمت دے کر لوں گا۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم نے جلدی سے دونوں کے لیے سفر کا سامان تیار کیا۔ ایک چمڑے کی تھیلی میں اُن کے لیے کھانا رکھ دیا۔ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے اپنے کمر بند کا ایک ٹکڑا کاٹ کر اس سے تھیلے کا منہ بند کیا۔ اسی وجہ سے اُن کا لقب

"ذَاتُ النِّطَاقَین" رکھا گیا۔

پھر رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جبلِ ثور کے غار میں پہنچے۔ یہ غار مکے کے جنوب مشرق میں تقریباً پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ راستہ پتھریلا تھا۔ دونوں کے پاؤں زخمی ہو گئے۔ راستے میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کبھی آپ ﷺ کے آگے ہو جاتے اور کبھی پیچھے۔ آپ ﷺ نے وجہ پوچھی تو عرض کیا:

"جب مجھے دشمن کا آگے سے خطرہ محسوس ہوتا ہے تو میں آگے ہو جاتا ہوں پیچھے سے کوئی خطرہ محسوس کرتا ہوں تو پیچھے ہو جاتا ہوں۔"

غارِ ثور بہت بلندی پر تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑی مشکل سے آپ ﷺ کے ساتھ اوپر پہنچے۔ پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خود اندر داخل ہوئے۔ غار کو اچھی طرح صاف کیا، جھاڑا پونچھا، جہاں جہاں سوراخ نظر آئے اُن کو اپنی چادر پھاڑ کر بند کیا، پھر بھی دو سوراخ بچ رہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سوراخوں پر اپنے پاؤں رکھ دیے۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کی کہ اندر تشریف لے آئیں۔ آپ ﷺ اندر

تشریف لے گئے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آغوش میں سر رکھ کر سو گئے۔ اُدھر جن سوراخوں پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پاؤں رکھے تھے ان میں سے کسی چیز نے آپ کو ڈس لیا۔ اُنھوں نے کافی دیر صبر کے ساتھ اس تکلیف کو برداشت کیا۔ معمولی سی بھی حرکت نہ کی کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ نہ کھل جائے، لیکن جب درد حد سے بڑھ گیا تو اُن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آنسو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر گرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ابوبکر، تمھیں کیا ہوا؟''

عرض کی ''میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے کسی چیز نے کاٹ لیا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس جگہ پر اپنا لعاب لگا دیا، زہر کا اثر فوراً دور ہو گیا اور تکلیف جاتی رہی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تین دن تک غارِ ثور میں چھپے رہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما رات کو اُن کے پاس آ جاتے تھے اور پھر رات کے پچھلے پہر واپس چلے جاتے تھے۔ صبح وہ قریشِ مکہ کے ساتھ اس طرح گھل مل جاتے جیسے رات کو وہیں رہے ہیں۔ دن بھر اُن کی باتیں سنتے، اُن کے ارادے جانتے اور رات کو یہ خبریں لے کر غارِ ثور پہنچ جاتے۔ عامر بن فُہَیرَہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام تھے، وہ غار کے آس پاس بکریاں چراتے اور رات کو اُنھیں بکریوں کا تازہ دودھ پہنچاتے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹیاں ان دونوں کے لیے کھانا تیار کرتیں، جسے رات کی تاریکی میں ان تک پہنچایا جاتا۔ اس طرح

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پورا گھرانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی سعادت میں لگا رہا۔

تیسری رات اُس غار سے نکلے۔ عبداللہ بن اُرَیقِط نامی ایک شخص کو اُجرت پر راستہ بتانے کے لیے ساتھ لے لیا گیا۔ عامر بن فُهَیرَہ رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔ مکے کے کافر ابھی تک ان کا سراغ لگانے کے لیے بے قرار تھے۔ صبح سے لے کر شام تک وہ انھیں ڈھونڈتے پھرتے تھے۔ پہلے دن کافروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو پایا تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی گھر میں نہ ملے، تب انھوں نے اعلان کیا:

''جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو پکڑ کر لائے گا، اُسے ہر ایک کے بدلے میں سو اونٹ انعام دیے جائیں گے۔''

قبیلہ بنو مُدلِج کا سردار سُراقہ یہ اعلان سنتے ہی ہتھیار سجا کر اُن کی تلاش میں گھوڑے پر روانہ ہوا۔ سُراقہ مضبوط جسم کا مالک، ایک بہادر شخص تھا۔ اُس کی تلاش رائیگاں نہ گئی۔ تلاش کرتے کرتے وہ اُن کے قریب پہنچ گیا، لیکن اس سے پہلے کہ وہ قریب پہنچ پاتا، گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور سراقہ کو لیے زمین پر جا رہا سراقہ سنبھل کر دوبارہ گھوڑے پر بیٹھا لیکن پھر ٹھوکر کھائی اور زمین پر جا گرا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ سارا ماجرا مڑ مڑ کر دیکھ رہے تھے۔ دشمن کو سر پر دیکھ کر بولے:

''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارا پیچھا کرنے والا بہت قریب آ گیا ہے۔''

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''غم نہ کرو! اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

اس کے ساتھ ہی سراقہ کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔ یہ دیکھ کر سراقہ پکارا:
''مجھے معاف کر دیجیے۔ میں آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔''

نبیٔ کریم ﷺ نے دعا کی، گھوڑا باہر نکل آیا۔ سراقہ عاجزی کے ساتھ سر جھکائے قریب آیا اور آپ ﷺ کو کافروں کے اعلان کے بارے میں بتایا۔ آپ ﷺ نے اُسے کسی کو بھی اپنے بارے میں خبر دینے کی ممانعت کی اور اُسے واپس جانے کی اجازت دے دی۔

یثرب یعنی مدینے کے لوگوں کو آپ کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی۔ وہ بے چینی سے آپ کی راہ دیکھ رہے تھے۔ آپ ﷺ آٹھ دن کے سفر کے بعد قباء کے قریب پہنچے۔ قباء مدینے سے چار کلومیٹر کے فاصلے پر جنوب مغرب میں ایک گاؤں تھا۔ لوگوں کو آپ ﷺ کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ اللہ اکبر کے نعرے لگاتے اُمڈ پڑے۔ آپ ﷺ نے قباء میں مسجد بنوائی۔ چند دن ٹھہرنے کے بعد وہاں سے مدینے کی طرف روانہ ہوئے۔ مدینے میں آپ ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرے۔ مدینے میں مسلمانوں کی سہولت کے لیے آپ ﷺ نے مسجد بنانے کا ارادہ فرمایا۔ مسجد کے لیے جو زمین خریدی گئی اُس کی قیمت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ادا کی۔ تمام مسلمانوں نے مسجد کی تعمیر کے لیے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

مدینے میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلے کی طرح پھر کپڑے کی تجارت شروع کر دی، لیکن زیادہ تر وقت نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں بسر ہوتا تھا۔ آپ کی کوشش ہوتی تھی کہ ہر وقت اور ہر جگہ نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ رہیں۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ غزوۂ بدر میں لڑائی کے آغاز سے قبل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بڑے احسن انداز سے گفتگو کی اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

''ہم آخری دم تک لڑیں گے۔''

جنگ کے آغاز سے پہلے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کافی دیر تک اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت کے لیے دعا کرتے رہے، جب وقت زیادہ گزر گیا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دل بھر آیا، وہ بولے:

''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! اب بس کیجیے! آپ بہت دعا مانگ چکے، اللہ آپ سے کیا ہوا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا۔''

لڑائی شروع ہوئی، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہے، جو بھی ادھر کا رُخ کرتا وہ فوراً آگے بڑھ کر اُس پر حملہ کر دیتے۔ کافروں کے اس لشکر میں اُن کے بیٹے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ وہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ جنگ

کے بعد جب وہ مسلمان ہو گئے تو اُس وقت اُنھوں نے کہا:

''ابا جان، بدر کی لڑائی میں آپ میری تلوار کی زد میں آئے تھے، لیکن میں نے وار نہیں کیا تھا۔''

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر مسکرائے اور کہا: ''لیکن اگر تم میری تلوار کی زد میں آ جاتے تو میں تمہیں ہرگز نہ چھوڑتا۔''

جنگِ اُحد میں مسلمانوں کے ایک دستے کی غلطی کی وجہ سے جب مسلمان مصیبت سے دو چار ہو گئے اور چاروں طرف سے کافروں کے گھیرے میں آ گئے۔ کافر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری قوت سے ٹوٹ پڑے۔ اس وقت جن چند جانثار صحابہ نے دشمنوں کا مقابلہ کیا اُن میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ اسی طرح غزوۂ حنین کے موقع پر جب لوگ میدان چھوڑ گئے تھے تو آپ اُن لوگوں میں شامل تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ جنگِ خندق میں بھی فوج کے ایک دستے کے ساتھ خندق کی حفاظت کرتے رہے۔ بعد میں اُس جگہ پر ایک مسجد بنائی گئی جو مسجدِ صدیق کے نام سے مشہور ہوئی۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر سیاہ جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ غرض کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کسی بھی معرکے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے نہیں رہے۔ جب بیعتِ رضوان ہوئی اور صلح کی شرائط طے کی گئیں تو کچھ شرائط مسلمانوں کو ناگوار گزریں۔ لوگ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اپنے خیال کا اظہار کیا۔ جس کے جواب میں اُنھوں نے کہا:

''آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ جس طرح حکم دیتا ہے آپ اسی طرح کرتے

ہیں۔ اللہ ان کی مدد کرے گا۔ تم اُن کی اطاعت کرتے رہو۔ اللہ کی قسم وہ حق پر ہیں۔‘‘

غزوۂ طائف میں آپ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ تیر لگنے سے زخمی ہو گئے۔ اسی زخم سے اُن کی وفات ہوئی۔ تبوک کی لڑائی کے موقع پر لشکر کے لیے ہتھیاروں اور سواریوں کی بہت کمی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ دل کھول کر مال اور سامان دیں۔ چنانچہ ہر مسلمان چاہے وہ امیر تھا یا غریب، اپنی حیثیت کے مطابق مال، گھوڑے، اونٹ اور غلہ وغیرہ لایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر ایثار کی بہترین مثال پیش کی۔ اپنے گھر کا سارا سامان لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

’’ابوبکر، اپنے بال بچوں کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟‘‘

اُنھوں نے عرض کیا: ’’اُن کے لیے اللہ اور اُس کا رسول کافی ہیں۔‘‘

اس لڑائی میں فوج کا جھنڈا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا گیا تھا۔ اس جنگ میں فوج کا سارا انتظام بھی اُنھی کے ہاتھ میں تھا۔

جنگِ تبوک سے واپسی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیرِ حج مقرر فرمایا، انھوں نے لوگوں کو حج کروایا۔

گیارہ ہجری میں جنگِ موتہ کا بدلہ لینے اور روم کے بادشاہ سے جنگ کے لیے

نبیِ کریم ﷺ نے ایک لشکر تیار کیا۔ اُس لشکر کا سالار اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو مقرر کیا گیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس لشکر میں شامل تھے، انھوں نے اس بات کی بالکل پروا نہیں کی کہ اُن کا سپہ سالار اٹھارہ اُنیس سال کا نوجوان ہے۔ دراصل وہ اللہ کے رسول ﷺ کے ہر حکم کی تعمیل کرنا اپنا دینی فرض سمجھتے تھے۔ جو بات اللہ کے رسول ﷺ کو پسند تھی، وہ انھیں بھی پسند تھی، جس بات کو اللہ کے رسول ﷺ ناپسند کرتے وہ اُنھیں بھی ناپسند ہوتی۔

حجۃ الوداع کے موقع پر جب نبیِ کریم ﷺ نے اپنا آخری خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

''اللہ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ چاہے تو دنیا کی نعمتوں کو قبول کر لے اور چاہے تو اللہ کے پاس جا کر ان نعمتوں کو قبول کر لے جو وہاں ملنے والی ہیں، تو اس بندے نے اللہ کے پاس جا کر ملنے والی نعمتوں کو قبول کیا ہے۔''

یہ خطاب سن کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دل بھر آیا۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ آپ ﷺ نے اپنے بارے میں فرمایا ہے۔ جب نبیِ کریم ﷺ بیمار ہو گئے تو مرض کی شدت کی وجہ سے آپ ﷺ نے اُنھیں نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نمازیں پڑھانے لگے۔ ایک صبح آپ ﷺ کو کچھ افاقہ محسوس ہوا تو سہارا لے کر مسجد میں تشریف لے آئے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ اُنھوں نے پیچھے ہٹنا چاہا تو آپ ﷺ نے اشارے سے اُنھیں نماز پڑھاتے رہنے کا حکم دیا۔

12 ربیع الاوّل 11ھ بروز پیر رسولِ کریم ﷺ نے وفات پائی۔ یہ دن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے صدمے کا سب سے بڑا دن تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ خبر

بجلی بن کر گری تھی۔ اُس وقت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بہت مثالی کردار ادا کیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ذہن یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار ہی نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا سکتے ہیں۔ اُنھوں نے تلوار نکال کر کہا:

''جو شخص یہ کہے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، میں اُسے جان سے مار دوں گا۔''

جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن کے متعلق خبر پائی کہ وہ اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں تو آپ مسجد میں تشریف لائے اور کہا:

''عمر، ٹھہرو! خاموش ہو جاؤ۔''

پھر آپ نے لوگوں کے سامنے تقریر کی:

''لوگو! جو شخص تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا، وہ جان لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو وہ سن لے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے وہ کبھی نہیں فوت ہوگا۔'' پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

''محمد (ﷺ) صرف رسول ہی ہیں، اُن سے پہلے بہت سے رسول آ چکے ہیں۔ کیا اگر اُن کا انتقال ہو جائے یا وہ شہید ہو جائیں تو تم اسلام سے اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی پھر جائے اپنی ایڑیوں پر، تو ہرگز اللہ کا کچھ نہ بگاڑے گا عن قریب اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو نیک بدلہ دے گا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اللہ کی قسم! اُس وقت ایسی صورت حال تھی کہ گویا لوگوں کو معلوم ہی نہیں کہ یہ آیت نازل ہو چکی ہے۔ خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! جب میں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس آیت کو سنا تو میں زمین پر بیٹھ گیا۔ میں نے جان لیا کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے ہیں۔

نبیِ کریم ﷺ کی وفات کے بعد مسلمانوں کے لیے یہ مسئلہ بہت اہم تھا کہ اب اُمتِ مسلمہ کی سربراہی کس کے سپرد کی جائے، کون ہے جسے نبی ﷺ کا جانشین بنایا جائے؟ اس کے لیے اُن کی نگاہِ انتخاب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر پڑی، کیونکہ آپ نبیِ کریم ﷺ کے ہجرت کے ساتھی بھی تھے اور اُن کے بہترین رفیق بھی۔ آپ رسول اکرم ﷺ کی طرف سے امیرِ حج بھی مقرر ہوئے، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی زندگی ہی میں آپ ﷺ کی جگہ نماز میں امامت بھی فرمائی۔ انھی باتوں کے پیشِ نظر مسلمانوں نے متفقہ طور پر آپ کو خلیفہ منتخب کر لیا۔ خلیفہ بننے کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا پہلا خطبہ دیتے ہوئے کہا:

''لوگو! اللہ کی قسم! میں نے کبھی تمھارا امیر بننے کی خواہش نہیں کی۔ تم نے مجھ پر ایک ایسا بوجھ ڈال دیا ہے جس کے اُٹھانے کی طاقت میں اپنے اندر نہیں پاتا اور اللہ کی

مدد کے بغیر اس کو سنبھال نہیں سکتا۔ لوگو! مجھے تمہارا خلیفہ بنایا گیا ہے اور میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں اچھے کام کروں تو میری مدد کرنا اور اگر میں غلطی کروں تو مجھے درست کر دینا۔ یاد رکھو! سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت۔ تم میں سے جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک طاقت ور ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کا حق دلوادوں اور تم میں سے جو طاقت ور ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے، یہاں تک کہ میں اس سے دوسروں کا حق وصول کر لوں۔ جو قوم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کو ترک کر دیتی ہے، اللہ تعالیٰ اُس پر ذلت مسلط کر دیتا ہے اور جس قوم میں بے حیائی پھیل جاتی ہے اس پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا رہوں تم میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میرا حکم ماننا فرض نہیں۔ اب نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ! اللہ تم پر رحم فرمائے۔

اس طرح سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ بنے۔ خلیفہ بننے کے بعد اُنھوں نے جو حکم جاری کیا اُس سے نہ صرف اُن کی بصیرت اور دانائی ظاہر ہوتی تھی بلکہ اُن کے اس فیصلے نے ملت اسلامیہ کو انتشار اور وسوسوں سے نکال کر مضبوط بنیادوں

پر لا کھڑا کیا۔ نبیٔ کریم ﷺ نے اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی سالاری میں جو لشکر ملکِ شام بھیجنے کے لیے تیار کیا تھا وہ ابھی تک روانہ نہیں ہوا تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُس لشکر کو جانے کا حکم دیا۔ اسی دوران میں یہ خبریں آنے لگیں کہ بہت سے قبیلے مرتد ہو گئے ہیں یعنی اسلام سے پھر گئے ہیں، کچھ قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں اسلام قبول کیے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا۔ اسی لیے وہ اسلام کی حقانیت اور سچائی کو ابھی سمجھ نہیں پائے تھے۔ ان حالات کو دیکھ کر نبوت کے جھوٹے دعوے دار بھی پیدا ہو گئے۔

جب اس طرح کے حالات پیدا ہو گئے تو بہت سے لوگوں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ اُسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو ابھی روانہ نہ کریں۔ اُن لوگوں کا یہاں رہنا زیادہ ضروری ہے تاکہ اگر دشمن مدینے پر حملہ کریں تو اُن کا مقابلہ کیا جا سکے۔ ان مشورہ دینے والوں میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی نرم مزاجی کے باوجود اس معاملے میں سخت موقف اختیار کیا اور فرمایا:

''اللہ کی قسم! اگر مدینہ اس طرح آدمیوں سے خالی ہو جائے کہ درندے اور کتے مجھے پھاڑ کھائیں، تب بھی میں اُس لشکر کو شام جانے سے نہیں روکوں گا، جس کو رسول اللہ ﷺ نے شام جانے کا حکم فرمایا تھا۔''

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُن کو اپنے ارادے میں مضبوط دیکھا تو مشورہ دیا کہ لشکر کا سپہ سالار نوعمر اُسامہ رضی اللہ عنہ کی جگہ کسی تجربہ کار اور عمر رسیدہ صحابی کو بنا دیا جائے۔ یہ سن کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا۔ اُنھوں نے فرمایا:

''یہ تم کیسا مشورہ دے رہے ہو؟ جس شخص کو رسول اللہ ﷺ نے لشکر کا امیر بنایا میں اُس کی جگہ کسی اور کو امیر مقرر کر دوں، ایسا ہرگز نہیں ہوگا!''

چنانچہ اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا لشکر تیار کیا گیا۔ اس لشکر کو رُخصت کرنے کے لیے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خود مدینے کے باہر دور تک اُنھیں چھوڑنے گئے۔ رُخصت کرتے ہوئے کیفیت یہ تھی کہ اُسامہ رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار تھے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ اُسامہ رضی اللہ عنہ نے اُن سے گزارش کی:

''رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! یا تو آپ بھی گھوڑے پر سوار ہو جائیں یا مجھے گھوڑے سے اُتر کر پیدل چلنے دیں۔''

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''نہ تو میں سوار ہوں گا، نہ تمھیں گھوڑے سے اُترنے دوں گا۔ اگر کچھ دیر کے لیے میرے قدموں پر اللہ کی راہ کا غبار پڑ جائے تو اس سے میری شان میں کوئی کمی نہیں آ جائے گی۔''

یہ لشکر دو ماہ دس دن کے بعد لشکرِ روم کو عبرت ناک شکست سے دوچار کر کے

واپس آیا۔

اُسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو روانہ فرمانے کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دوسرے فتنوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جن لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا، اُن کے بارے میں کہا:

''اللہ کی قسم! اگر انھوں نے مجھے وہ رسی نہ دی جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کیا کرتے تھے تو اُس رسی کے نہ دینے پر میں اُن سے قتال کروں گا۔'' سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان مسائل سے نپٹنے کے لیے گیارہ لشکر ترتیب دیے تھے۔

زکوٰۃ نہ دینے والے قبائل سے جنگ کی گئی اور ان سے زکوٰۃ وصول کی گئی۔ کچھ قبیلے اسلام سے پھر گئے تھے۔ لشکرِ اسلام کی مدد سے انھیں بھی مطیع و فرمانبردار بنایا گیا۔ سب سے اہم اور خطرناک فتنے جھوٹی نبوت کے تھے۔ ان میں سب سے خطرناک مدعیٔ نبوت یمامہ کا مسیلمہ کذاب تھا۔ اُس نے تقریباً چالیس ہزار کا لشکر جمع کر لیا تھا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ اُس کی طرف روانہ ہوئے۔ یمامہ میں مسیلمہ چند دن تک مجاہدین کے محاصرے میں رہا۔ پھر خون ریز جنگ چھڑ گئی۔ بالآخر مسیلمہ کذاب مارا گیا، دس ہزار مرتد ہلاک ہوئے۔ اس جنگ میں تقریباً چھ سو مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بپا ہونے والے فتنوں میں یہ فتنہ سب سے بڑا تھا۔ اس فتنے کے خاتمے کے ساتھ ہی مرتدوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ مسلمان غالب آ گئے اور ہر طرف امن ہو گیا۔

جس طرح سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اُنھوں نے مردوں

میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا، اسی طرح اُنھیں نبیٔ کریم ﷺ کی وفات کے بعد قرآن کو کتابی صورت میں جمع کرنے کا شرف بھی سب سے پہلے حاصل ہوا۔ اس کی ضرورت یوں پیش آئی کہ مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگِ یمامہ میں سینکڑوں حافظِ قرآن صحابہ شہید ہو گئے تھے۔ خطرہ تھا کہ اگر جنگوں میں یونہی شہادتیں ہوتی رہیں تو جن لوگوں کے سینوں میں قرآن محفوظ ہے وہ ختم ہو کر رہ جائیں گے۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا:

"آپ عقل منداور نوجوان آدمی ہیں، میں تمہیں اس کام پر مامور کرتا ہوں۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے لیے وحی لکھتے رہے ہیں، لہٰذا آپ قرآنِ کریم کے حصے تلاش کریں اور جمع کریں۔"

زید رضی اللہ عنہ نے کھجور کی شاخوں، پتھر کی سلوں، لوگوں کے سینوں، چمڑوں اور ہڈیوں پر لکھا ہوا قرآن جمع کیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یہ قرآن اُن کے پاس رہا، پھر سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور اُن کے بعد ان کی بیٹی اُم المومنین حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے پاس آیا......

اندرونی مسائل پر قابو پانے کے بعد آپ ایران اور روم کی طرف متوجہ ہوئے اس وقت دنیا کی بڑی طاقتیں یہی تھیں۔ ایران کے لوگ آگ کے پجاری تھے اور اہلِ روم عیسائی تھے، لیکن دونوں ہی اسلام اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی مبارک میں آس پاس کے ملکوں کے سربراہوں کے نام خطوط روانہ فرمائے تھے جس میں اُنھیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔'' ایران کے بادشاہ خسرو پرویز نے آپ ﷺ کا خط پھاڑ کر پرزے پرزے کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''اللہ اس کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔'' پھر خسرو پرویز کے بیٹے نے اُسے قتل کر ڈالا۔ اُس کے بعد ایرانی آپس میں لڑنے لگے۔ اسی دوران سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے۔ اُنھوں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لشکر دے کر ایران کی طرف روانہ کیا۔ اُن کے اہلِ ایران کے ساتھ پندرہ معرکے ہوئے۔ اُن سب میں اُنھوں نے کامیابی حاصل کی۔

روم کی طرف چار لشکر روانہ کیے گئے۔ اُن کے سپہ سالار یزید بن ابی سفیان شرحبیل بن حسنہ، ابوعبیدہ بن جراح اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم تھے۔ ان لشکروں میں مجاہدین کی تعداد تقریباً ستائیس ہزار تھی۔ یہ لشکر چار مختلف راستوں سے روم پر حملہ آور ہوئے۔ بعد میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی اُن سے آن ملے۔ اَجْنادَیْن کے مقام پر زبردست معرکے کے بعد رومی لشکر کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اَجْنادَیْن کے مقام پر شکست کھا کر رومی یرموک میں جمع ہو گئے۔ وہاں بھی زبردست جنگ ہوئی۔ یہ لڑائیاں ابھی جاری تھیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اُن کی جگہ نمازیں پڑھانے لگے۔ جب بیماری نے شدت اختیار کی تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی:

''میرے بعد عمر خلیفہ ہوں گے۔''

یہ وصیت سن کر صحابہ نے کہا:

''آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا حالانکہ اُن کے مزاج میں بہت سختی ہے۔''

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جب خلافت کا بوجھ سر پر پڑے گا تو یہ سختی جاتی رہے گی۔ وہ امت کے بہترین آدمی ہیں۔''

بیماری کی حالت میں اُنھوں نے پوچھا کہ خلیفہ بننے سے اب تک بیت المال سے کتنا وظیفہ ملا ہے؟ حساب کر کے بتایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میری فلاں زمین بیچ کر یہ رقم بیت المال میں جمع کر دی جائے۔ مسلمانوں کے مالِ غنیمت میں سے اُن کے پاس ایک حبشی غلام، ایک دودھ دینے والی اونٹنی اور کچھ مال تھا۔ اُنھوں نے وصیت کی

کہ وفات کے بعد یہ چیزیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچا دی جائیں۔ پھر اُنھوں نے وصیت کی کہ میری قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنانا۔ اپنے کفن کے بارے میں اُنھوں نے کہا:

''میری ان دونوں چادروں کو دیکھنا! جب میں فوت ہو جاؤں تو ان کو دھونا اور مجھے انھی چادروں کا کفن دینا۔ اس لیے کہ نئے کپڑے کی میت کی نسبت زندہ شخص کو زیادہ ضرورت ہے۔''

پھر فرمایا: نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کس دن ہوئی تھی؟ جواب ملا پیر کو فرمایا: آج پیر ہے، مجھے اُمید ہے میری وفات بھی آج ہی ہوگی۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر موت کا عالم طاری ہوا تو میں نے قولِ حاتم سے ایک بات کہی:

''جب موت کے وقت حلق میں سانس گھٹ جاتی ہے اور اس کی وجہ سے سینہ (دل) تنگ پڑ جاتا ہے تو اس وقت مال و دولت کسی کے کچھ کام نہیں آتا۔''

سیدنا ابوبکر صدیق ﷜ نے یہ سن کر فرمایا: ''پیاری بیٹی! آپ ایسے نہ کہیں بلکہ کہیں:

''موت کی سختی حق کے ساتھ آ پہنچی۔ یہی ہے وہ چیز جس سے تو بھاگتا تھا۔''

22 جمادی الثانیہ ہجرت کے تیرھویں سال پیر کے دن آپ اس دنیا سے رُخصت ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 63 سال تھی۔ آپ دو سال تین ماہ اور گیارہ دن خلیفہ رہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق ﷜ پیشے کے لحاظ سے تاجر تھے۔ اسی بنا پر آپ نے شہرت پائی۔ آپ خوش اخلاق، ایماندار اور اپنے معاملات کو ہمیشہ بہتر رکھنے والے تھے۔ خلیفہ بننے کے اگلے روز جب وہ کندھے پر کپڑے کے تھان رکھ کر بیچنے کے لیے بازار کی طرف نکلے تو سیدنا عمر ﷜ نے عرض کی:

''اگر آپ تجارت کرتے رہے تو مسلمانوں کے کام کون سرانجام دے گا؟''

چنانچہ مسلمانوں کے آپس کے مشورے کے بعد آپ کا وظیفہ مقرر ہوا۔ یہ بھی اتنا تھا جتنا عام آدمی کا خرچ ہوتا ہے۔ جب وفات ہوئی تو سیدہ عائشہ ﷞ فرماتی ہیں:
''جب میرے والد فوت ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ ان کے پاس ایک غلام تھا اور ایک اونٹ تھا جس پر باغ کی آب پاشی کے لیے پانی لایا جاتا تھا۔ پس اُن کی وصیت کے مطابق ہم نے یہ دونوں چیزیں سیدنا عمر ﷜ کو بھیج دیں۔ عمر ﷜ اُنھیں دیکھ کر رو پڑے اور فرمایا: اللہ ابوبکر صدیق پر رحم فرمائے! اُنھوں نے اپنے بعد میں آنے والے کو سخت مشکل میں ڈال دیا ہے۔''

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عبادت کا بہت شوق تھا۔ وہ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو قیام کرتے، تلاوت کرتے وقت اتنا روتے کہ اُن کی داڑھی تر ہوجاتی۔ پرہیزگاری اُن کا وصف تھا۔ ایک دن آپ کا ایک غلام کھانے کی کوئی چیز لایا۔ آپ نے اس میں سے کچھ کھالیا۔ لیکن کھانے کے بعد غلام کو کچھ خیال آیا تو اس نے آپ سے پوچھا:

''آپ کو معلوم ہے آپ نے جو کھایا ہے وہ کہاں سے آیا ہے؟''

آپ نے فرمایا! ''بتاؤ! کہاں سے آیا ہے؟''

اُس نے بتایا: ''زمانہ جاہلیت میں ایک شخص نے مجھ سے کچھ منتر پڑھوایا تھا۔ یہ اُس کی اُجرت ہے۔''

یہ سن کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ منہ میں ڈالا اور جو کچھ پیٹ میں گیا تھا، قے کے ذریعے سب کچھ باہر نکال دیا۔

خلیفہ بننے کے بعد بھی آپ لوگوں کے کام اُسی طرح کرنے کی کوشش کرتے تھے جیسے پہلے کرتے تھے۔ اردگرد کے قبائل کی بچیاں اپنی بکریاں ان کے پاس لاتی تھیں تاکہ وہ ان کا دودھ نکال دیں۔ بعد میں بھی یہ معمول جاری رہا۔

آپ نے ہمیشہ لوگوں کو نیکی کی تلقین کی اور برائیوں سے منع کیا۔ آپ کو غصہ

بہت کم آتا تھا۔ آپ اکثر غصہ ضبط کر جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور جنت کی طرف دوڑ جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ جو لوگ آسانی میں اور سختی کے موقع پر بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، غصے پر ضبط کرنے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں، اللہ ان نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔''

ابوبرزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک آدمی پر بہت سخت ناراض ہوئے حتی کہ آپ کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ میں نے عرض کی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! اللہ کی قسم! اگر آپ مجھے حکم فرمائیں تو میں اسے قتل کر دوں یہ کہنا تھا کہ گویا آپ پر ٹھنڈا پانی ڈال دیا گیا ہو یعنی اس آدمی کے بارے میں آپ کا غصہ ختم ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا:

''ابوبرزہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کا کسی کو حق نہیں پہنچتا۔''

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں پانچ شادیاں کی۔ آپ کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ عبداللہ، عبدالرحمٰن، محمد، اسماء، عائشہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہم۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ طائف کی لڑائی کے دن زخم کھا کر شہید ہو گئے تھے۔ عبدالرحمٰن سب سے بڑے لڑکے تھے۔ شجاعت اور تیر اندازی میں معروف تھے۔ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی شادی زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوئی، جبکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، ام المومنین کے مرتبے پر

فائز ہوئیں۔ نبی ﷺ سے ان کی شادی ہوئی۔ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ مصر میں شہید کر دیے گئے۔ اُم کلثوم کی شادی طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے اہلِ خانہ کا بہت خیال رکھتے تھے۔ اُن سے بہت محبت کرتے تھے۔ لیکن اُن سے بھی زیادہ محبت اُنھیں رسول اللہ ﷺ سے تھی۔ اُن کے لیے ہمیشہ، ہر وقت اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ نبی ﷺ بھی اُن سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔ ہر وقت اُن کو ساتھ رکھتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثر کوشش یہی ہوتی تھی کہ آپ ﷺ کے قریب، جڑ کر بیٹھیں، لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جگہ ہمیشہ چھوڑ دی جاتی تھی۔ جب وہ اپنی جگہ آ کر بیٹھ جاتے تو رسول اللہ ﷺ کا رُخ اُن کی طرف ہو جاتا۔ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ ان کے متعلق ارشاد کیا:

''ابوبکر، مجھے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ پیارے ہیں۔''

آپ ﷺ نے اُنھیں ایک سے زیادہ مرتبہ جنت کی بشارت دی۔ ایک دفعہ فرمایا:

''ابوبکر حوضِ کوثر پر میرے ساتھ ہوں گے۔''

عشرہ مبشرہ میں آپ کا نام سب سے پہلے آتا ہے۔ عشرہ مبشرہ اُن دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کہتے ہیں جنھیں اُن کی زندگی ہی میں جنت کی بشارت دی گئی۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ چونکہ پڑھے لکھے شخص تھے اسی لیے قرآن و حدیث کے علم پر اُنھیں مکمل عبور حاصل تھا۔ اُن کی گفتگو فصاحت و بلاغت کا نمونہ ہوتی تھی اور اُس میں سننے والوں کے لیے بڑی نصیحت ہوتی تھی۔ آیئے ہم بھی اُن کی چند نصیحتیں پڑھیں۔

- مصیبت کی جڑ انسان کی گفتگو ہے۔
- عقل مند کی پہچان یہ ہے کہ وہ زیادہ باتیں نہیں کرتا۔
- سچائی امانت اور جھوٹ خیانت ہے۔
- کسی مسلمان کو حقیر نہ جانو۔
- جس قوم میں بری باتیں عام ہو جائیں، اللہ اُسے مصیبت میں ڈال دیتا ہے۔
- ہر اچھے کام کے ثواب کا ایک اندازہ ہے لیکن صبر کا ثواب بے اندازہ ہے۔
- گناہ سے توبہ کرنا ضروری ہے لیکن گناہ سے بچنا اُس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔
- اُس دن پر رو جو تیری عمر سے گزر گیا اور تو نے اُس میں کوئی نیکی نہیں کی۔
- اللہ تعالیٰ اُس وقت تک نفلی عبادت قبول نہیں کرتا جب تک کہ تم فرض ادا نہ کرو۔
- جو قوم جہاد کو چھوڑ دیتی ہے اللہ اُس کو ذلیل کر دیتا ہے۔
- مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ اللہ اُس کو فوراً سن لیتا ہے۔
- علم، بغیر عمل کے بے کار ہے۔
- بُروں کے پاس بیٹھنے سے اکیلے بیٹھ رہنا اچھا ہے۔
- دوائیں کھا کھا کر صحت مند نہیں بنا جا سکتا۔
- جس پر نصیحت اثر نہ کرے اُس کا دل ایمان سے خالی ہے۔
- مسکین اور محتاج کو عاجزی اور ادب سے خیرات دو، اس لیے کہ خوشی سے خیرات دینا اس کے قبول ہونے کی نشانی ہے۔
- اللہ سے حیا کرو! ہر کام کرتے وقت یاد رکھو کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔

بڑائی پرہیزگاری میں ہے اور عزت عاجزی میں۔

- آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو جیسا کہ تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے۔
- ایک دوسرے سے تعلق مت توڑو!
- کسی سے حسد نہ کرو اور نہ ہی کسی کے خلاف دل میں کینہ رکھو۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
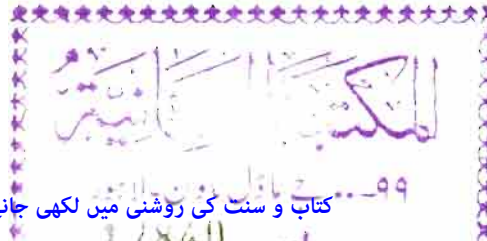
سفر نیا ہو

راستے اجنبی ہوں

منزل انجانی ہو

تو قدم اُٹھاتے ہوئے خوف، اندیشے اور وسوسے

مکڑی کے جال کی طرح آدمی کو گرفت میں لیے رہتے ہیں۔

ان کی عظمت یہی تھی کہ اس جال کو توڑ کر

انھوں نے پہلا قدم اٹھالیا...... کیونکہ

ان کا رہبر............ان کے لیے اجنبی نہیں تھا۔

اُس رہبر کی رفاقت نے راستے اجنبی رہنے دیے نہ منزل۔

گوکہ ان راستوں کی مسافت طے کرتے ہوئے

آزمایشیں ان کے قدموں سے لپٹتی رہیں

اپنے گھر، مال کی قربانی اور علاقے سے ہجرت کا دکھ بھی اُنھیں سہنا پڑا۔

لیکن انھوں نے رفاقت کا حق ادا کر دیا۔

ہر قدم پر، ہر لمحے میں اپنے آقا، اپنے رہبر کی راہوں میں بچھے کانٹے......

اپنی پلکوں سے چنے۔

اپنے آقا کے لیے اپنے سارے سکھ، ساری خوشی وار دی۔

جس سے اُنھیں آقا کی بارگاہ میں سرخروئی ملی اور پھر اُسی آقا کے نائب کی حیثیت میں

اُنھوں نے دنیا کی امامت سنبھالی۔

محبت، عقیدت اور ایمان سے بھرپور شخصیت کی ایک کردار ساز کہانی۔

ISBN: 9960-9562-9-6
9 789960 956299